Al-Mīthāq ***(Research Journal of Islamic Theology)***
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 03, **Issue** 03, October-December 2024, **PP**: 345-364
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

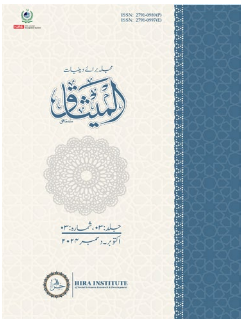

مدعیانِ نبوت اور امت کا رویہ: ایک تحقیقی مطالعہ

The False Claimants of Prophethood and the Ummah's Response: A Research Study

1. Dr. Muhammad Akram akramfqchfd@gmail.com	*Assistant Professor, Government College of Technology, Pindi Bhattian, Hafizabad.*
2. Muhammad Saad saadrasheed101@gmail.com	*Visiting Lecturer, Government College University Faisalabad, Hafizabad Campus.*

How to Cite: Dr. Muhammad Akram and Muhammad Saad. 2024: "The False Claimants of Prophethood and the Ummah's Response: A Research Study". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 3 (03): 345-364.

Article History:

Received:	**Accepted**:	**Published**:
20-11-2024	25-12-2024	31-12-2024

Copyright: **©The Authors**

Licensing: This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

Conflict of Interest: Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

مدعیانِ نبوت اور امت کا رویہ: ایک تحقیقی مطالعہ

The False Claimants of Prophethood and the Ummah's Response: A Research Study

1. **Dr. Muhammad Akram**
Assistant Professor, Government College of Technology, Pindi Bhattian, Hafizabad.
akramfqchfd@gmail.com

2. **Muhammad Saad**
Visiting Lecturer, Government College University Faisalabad, Hafizabad Campus.
saadrasheed101@gmail.com

Abstract

This study examines the Muslim Ummah's response to false claimants of apostleship throughout Islamic history. The Prophet Muhammad (ﷺ) forewarned against false claimants and established a Sunnah of their elimination. His Companions (Ṣaḥābah, R.A.) implemented this by executing Aswad al-'Anasī in Yemen. During the caliphate of Abū Bakr al-Ṣiddīq (R.A.), decisive action was taken against apostasy (*irtidād*), particularly against Musaylima al-Kadhdhāb, whose defeat at Yamāmah secured Islam's stability despite heavy casualties among the Companions. Abū Bakr (R.A.) also suppressed those refusing to pay Zakāt, establishing state authority. Under 'Umar ibn al-Khattāb (R.A.), Islam expanded rapidly, and false claimants were either forced to repent or executed. During 'Uthmān ibn 'Affān's (R.A.) caliphate, standardisation of Qur'ānic recitation (Qira'at al-Qur'ān) strengthened unity, and apostates were dealt with firmly. 'Ali ibn Abī Ṭālib (R.A.) confronted the Khawārij, who distorted Qur'ānic meanings, and false claimants were eliminated. This policy continued under Banū Umayyah, with Abū Manṣūr and Ibn Sam'ān executed for false claims. The Abbasids likewise safeguarded Khatm al-Nubuwwah (Finality of Prophethood), ensuring apostasy remained suppressed. Throughout history, the Ummah's timely, resolute stance protected Islamic creed from distortion and upheld the belief in the finality of prophethood, establishing an enduring precedent accepted in the sight of Allah Almighty.

Keywords: *Porphethood, False Claimants, Sunnah, Response, Zakāt.*

تمہید

رسول کریم ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں اپنی ختم نبوت کا اعلان دو سے زائد مرتبہ کیا اور مدعیان نبوت کے بارے میں بھی پیشینگوئی فرمائی کہ میرے بعد تیس کذاب دجال ہوں گے جو نبوت کا دعویٰ کریں گے۔ تین افراد اور ایک عورت نے آپ ﷺ کی حیات طیبہ ہی میں نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ آپ ﷺ نے اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے لیے مختلف قاصدوں کو اپنی علالت کے باوجود روانہ کیا تاکہ مقامی لوگ ہی اس فتنے کا قلع قمع کریں۔ اسود عنسی کو آپ ﷺ کے وصال سے چند دن پہلے قتل کر دیا گیا۔ صحابہؓ نے آپ ﷺ کے وصال کے بعد سب سے پہلا اجماع واجتہاد مسئلہ ارتداد پر کیا اور مدعیان نبوت کے خلاف لشکر روانہ کیے۔ سینکڑوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ اسوہ رسول اکرم ﷺ پر چلتے ہوئے مسیلمہ کذاب کو واصل جہنم کیا۔ مانعین زکوٰۃ اور مرتدین کے خلاف جہاد کرنا حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خصوصیت ہے۔

عہد فاروقی میں جب حکومت لاکھوں مربع میل تک پھیل گئی اور غلبہ اسلام ہوا تو بھی ارتداد کے خلاف جہاد جاری رہا۔ سعد بن

ابی وقاص اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہمانے قاصد روانہ کر کے ایک مرتد کے بارے میں حضرت عمرؓ سے فتویٰ مانگا تو آپ نے فرمایا: اسے توبہ کی مہلت دو، اگر توبہ نہ کرے تو قتل کر دو۔ حضرت عثمان غنیؓ کا ایک اہم کارنامہ امت کو لغت قریش پر جمع کرنا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے عراق میں مرتدین کی ایک جماعت کو گرفتار کیا اور ان کی سزا کے بارے میں سیدنا عثمان غنیؓ کو لکھا تو آپ نے جواب تحریر فرمایا کہ ان پر حق پیش کرو۔ اگر قبول کر لیں تو ان کو چھوڑ دو ورنہ قتل کر دو۔ حضرت علی المرتضیٰؓ کی خصوصیت، قرآن کی مراد و معانی کے منکرین خوارج سے جنگ اور ان کی بیخ کنی ہے۔ آپ کے دور میں ایک گروہ ایسا بھی ظاہر ہوا جو آپ کو رب اور خالق مانتا تھا۔ آپؓ نے ان کو توبہ کی مہلت دی۔ وقت مہلت گزرنے کے بعد انہیں آگ میں زندہ جلا دیا۔ حضرات خلفائے راشدین کے بعد دور بنو امیہ میں بھی مدعیان نبوت کے خلاف جہاد کی روایت برقرار رہی۔ اس دور میں فرقہ المنصوریہ کے بانی مبانی ابو منصور العجلی نے نبوت و رسالت کا دعویٰ کر دیا تو عراق کے اموی گورنر خالد بن عبداللہ القسری نے گرفتار کر کے اسے زندہ جلا دیا۔ بیان بن سمعان تمیمی مدعی نبوت کو بھی اموی گورنر خالد بن عبداللہ القسری نے گرفتار کروا کر ارتداد کے جرم میں تختہ دار پر لٹکا دیا۔

عباسی دور حکومت کے سربراہان نے بھی تحفظ ختم نبوت کے لیے اہم کردار ادا کیا۔ عباسی دور حکومت میں بابک نے دعویٰ نبوت کیا۔ عباسی خلیفہ متعصم نے اسے 233ھ میں گرفتار کیا اور تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔ خلیفہ الراضی کے دور میں محمد بن علی الشلمغانی نے خدائی و نبوت کا دعویٰ کیا۔ خلیفہ نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو 322ھ میں قتل کر کے نعشیں زندہ جلوا دیں۔ مدعیان نبوت کے خلاف امت نے بر وقت اور درست اقدامات کر کے فتنہ ارتداد کی سرکوبی کی۔ چودہ سو سال کی تاریخ میں سینکڑوں مدعیان نبوت اپنے مکر و فریب کے ساتھ کائنات ارضی میں ظہور پذیر ہوئے۔ چند ایک نامی گرامی مدعیان کے احوال اور ان کے خلاف امت کا رویہ کیا رہا، زیر نظر مقالہ اسی کو بیان کرتا ہے۔

اسود عنسی

اسود کا اصل نام عبہلہ بن کعب بن غوث تھا۔ اس کا لقب ذوالحمار تھا۔ اس نے ایک گدھا سدھایا ہوا تھا۔ گدھا اس کے حکم پر کرتب دکھاتا تھا اس لیے اس کا لقب ذوالحمار تھا۔ اسود نے شعبدہ بازی کی بنا پر اثر و رسوخ بڑھایا۔ اس نے دعویٰ کیا کہ وہ غیب گو ہے۔ وہ جو کہتا ہے، اللہ رحمٰن کی طرف سے ہے۔ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ مدحج و نجران والوں نے اس کے دعویٰ کو قبول کر لیا۔ چنانچہ اہل نجران نے جمع ہو کر عمرو بن حزم و خالد بن سعید العاص کو نکال دیا۔ قیس بن عبدیغوث نے اچانک حملہ کر کے فروہ بن میک کو جلاوطن کر دیا۔ فروہ اس وقت حضور ﷺ کی طرف سے مرو پر حکمران تھے۔ شہر بن باذان نے اس کا مقابلہ کیا۔ اسود عنسی نے شہر بن باذان کو شکست دے کر مار ڈالا اور اس کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ صنعا و حضرموت کے درمیان اعمال طائف تک اور عدن کی طرف سے بحرین تک اپنے قبضے میں لے لیا۔

رسول اللہ ﷺ و اصحاب کا ردِ عمل

نبی کریم ﷺ کے آخری ایام میں اسود، طلیحہ، سجاح اور مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ علالت کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے فتنہ کو صرف نظر نہیں کیا۔ ان فتنوں کے مقابلے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے اپنے قاصد مختلف اشخاص کے پاس بھیجے۔ ان قاصدوں نے رسول اللہ ﷺ کے مشن کو ہر تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے کما حقہ پورا کیا۔ ان فتنوں کو کیفر کردار تک پہنچا کر دم لیا۔ ابن جریر طبری نے اپنی کتاب ''تاریخ الاسلام والملوک'' میں اس واقعہ کو ذکر کیا ہے:

> آپ ﷺ نے وبر بن یحنس کو فیروز الدیلمی اور دارزویہ الاصطخری کے پاس بھیجا۔ جرید بن عبد اللہ کو ذی الکلاع اور ذی ظلیم کے پاس بھیجا۔ اشرع بن عبد اللہ الحمیری کو ذی رود اور ذی مران کے پاس بھیجا۔ قرات بن حیان العبلی

کو ثمامہ بن اثال کے پاس بھیجا۔ زیاد بن حنظلہ التمیمی المعری کو قیس بن عاصم اور زبر قان بن بدر کے پاس بھیجا۔ [1]

حضرت وبرؓ رسول اللہ ﷺ کا خط لے کر فیروز کے پاس پہنچے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کو حکم دیا کہ اپنے دین پر قائم رہیں۔ حکمت عملی کے مطابق اسود کے خلاف جنگی کارروائی کریں۔ یہ پیغام لوگوں تک پہنچایا جائے، جو اس وقت اسلام پر راسخ اور دین کی حمایت کے لیے آمادہ ہوں۔ فیروز کہتے ہیں: ہم نے حضور ﷺ کے حکم کے مطابق عمل کیا لیکن تجربہ سے یہ ثابت ہوا کہ اسود کے خلاف کامیاب ہونا بہت مشکل امر ہے۔ اس دوران انہیں خبر ملی کہ اسود اپنے سپہ سالار قیس بن عبدیغوث سے ناراض ہے۔ فیروز نے اسے دعوت دی، اس نے دعوت کو فوراً قبول کر لیا۔ فیروز اپنی چچازاد بہن آزاد زوجہ اسود کے پاس گیا۔ اس عورت نے اسود کو قتل کروانے کی حامی بھر لی۔

تمام افراد نے مل کر اسود کے قتل کی منصوبہ بندی کی۔ اسود نے فیروز اور قیس سے کسی موقعہ پر کہہ بھی دیا کہ تم میرے قتل کے پیچھے پڑے ہوئے ہو۔ اسود نے اپنی تدبیر کی اور فیروز اور اس کے ساتھیوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق اسے قتل کرنے کا منصوبہ مکمل کر دیا۔ اسے جیسے ہی مناسب موقع ملا اس نے آزاد سے مل کر ایک رات کا وقت طے کر لیا کہ وہ اسود کے محل میں رات کو داخل ہو اور اسود کو سوتے میں قتل کر کے اس سے نجات حاصل کر لیں۔ پھر وہ وقت مقررہ آیا کہ فیروز اس کے محل کے عقب سے داخل ہوا اور اسود کی خواب گاہ پہنچا۔ تو اسود کو اپنے پلنگ پر سوتے ہوئے پایا۔ جبکہ اس کی بیوی آزاد اس کے پاس بیٹھی فیروز کے انتظار میں تھی۔ آزاد نے فیروز سے کہا کہ اپنا کام جلد کر و قبل اس کے اسود نیند سے بیدار ہو جائے۔ علامہ عبد الرحمٰن نے تاریخ ابن خلدون میں اس واقعہ کو یوں بیان کیا:

> ایک روز موقع پا کر فیروز اور قیس اسود کے گھر میں نقب کے ذریعے سے گھس گئے۔ اس کو گرفتار کر کے ذبح کر ڈالا۔ یہاں تک کہ فجر کی نماز کا وقت آ گیا۔ اذان ہوئی، وبر بن یحنس نے نماز پڑھائی۔ فجر کی نماز کے بعد اسود کے قتل کی خبر مشہور ہوئی تو اس کے متبعین نکل پڑے۔ شہر میں ایک ہل چل مچ گئی۔ مسلمانوں اور اسود کے حواریوں میں تھوڑی دیر تک لڑائی ہوئی۔ آخر کار جو کچھ ان کے ہاتھ میں تھا وہ اس کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ [2]

فیروز کہتا ہے کہ اب میں اپنے دوستوں سے آکر ملا۔ انہیں سارا واقع سنایا۔ انہوں نے کہا: پھر جاؤ، اس کا سر کاٹ کر ہمارے پاس لے آؤ۔ میں پھر اسود کی خواب گاہ میں گیا۔ وہ بڑبڑایا، میں نے اس کے منہ میں لگام دی اور سر کاٹ لیا اور اسے اپنے دوستوں کے پاس لے گیا۔ اب ہم وہاں سے نکل کر اپنے گھر آئے۔ وبر بن الازدی ہمارے پاس ٹھہرے ہوئے تھے۔ ہم صنعا کے قلعوں میں سے سب سے بلند قلعے پر چڑھ گئے۔ وبر نے اذان دی، پھر ہم نے اعلان کیا کہ اللہ عز وجل نے جھوٹی نبوت کے مدعی کو ہلاک کر دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو اسود کے قتل کی اطلاع

رسول اللہ ﷺ کے قاصدوں نے فتنہ نبوت وارتداد کی سرکوبی کرنے کے لیے اپنا مؤثر کردار ادا کیا۔ آپ ﷺ کے پیغام کو ان تک پہنچایا اور بنفس نفیس بھی اس کار خیر میں حصہ لیا۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے اسود کو فیروز اور اس کے ساتھیوں نے ٹھکانے لگایا تو اس واقعہ کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو پہنچادی۔ اس خبر کو "ابن جریر طبری" نے یوں بیان کیا:

> ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جس رات اسود قتل ہوا، اس وقت اس کے قتل کی اطلاع رسول اللہ ﷺ کو بذریعہ وحی مل گئی۔ آپ ﷺ نے صبح ہم سب کو بشارت دی کہ کل رات اسود کو قتل کر دیا گیا۔ اسے ایک مبارک آدمی نے قتل کیا ہے جو ایک مبارک خاندان کا فرد ہے۔ ہم نے پوچھا: وہ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

فیروز کامیاب ہوئے۔[3]

مسیلمہ کذاب اور دعویٰ نبوت

مسیلمہ کا قبیلہ بنوحنفیہ تھا۔ یہ قبیلہ نجد کے علاقہ یمامہ میں آباد تھا۔ مسیلمہ کو اپنے قبیلے میں بڑی قدر و منزلت حاصل تھی۔ اس کی کنیت ابو ثمامہ اور ابوہارون تھی۔ لوگ اسے رحمٰن الیمامہ کہہ کر پکارتے تھے۔ حافظ ابن کثیر نے اس کا نسب یوں بیان کیا ہے: مسیلمہ بن ثمامہ بن کثیر بن حبیب الحارث بن عبد الحارث بن ہماز بن زہل بن الزول بن حنفیہ۔[4]

یہ اپنے وفد کے ہمراہ رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تھا۔ جب بنی حنفیہ کا وفد واپس یمامہ آیا تو مسیلمہ مرتد ہو گیا۔ اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا اور کہنے لگا کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ نبوت میں شریک ہوں۔ جب لوگوں نے اس سے نبوت کی دلیل مانگی تو رسول کریم ﷺ کے قول کو بدل کر کہنے لگا۔ رسول خدا نے کہا تھا: وہ مقام و منزلت میں میرے لحاظ سے برا نہیں۔ یوں اس نے شراکت نبوت کا دعویٰ کر دیا اور رجال نے مسیلمہ کی نبوت کی جھوٹی گواہی دی۔

مسیلمہ کذاب کے ساتھ صحابہ کرام کا رویہ

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے خلافت کی بھاگ ڈور سنبھالتے ہی مرتد اور باغی قبائل سے نمٹنے کے لیے گیارہ لشکر مختلف اطراف و اکناف میں بھیجے۔ ان میں سے ایک لشکر حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں مسیلمہ کذاب کی طرف روانہ کیا۔ مسیلمہ کذاب کا لشکر چالیس ہزار افراد پر مشتمل تھا۔ اس لیے حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر دے کر عکرمہ کی مدد پر مامور کیا۔ حضرت عکرمہ نے حضرت شرحبیل کا انتظار کیے بغیر حملہ کر دیا۔ مسیلمہ کے لشکر جرار نے عکرمہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو پسپا کر دیا۔ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اس شکست کی اطلاع دی گئی تو انہوں نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کو دوسری مہم پر روانہ کر دیا۔ شرحبیل کو حکم دیا کہ وہ جہاں ہیں وہاں رکے رہیں یہاں تک کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچ جائیں۔ عکرمہ کی پسپائی اور مسیلمہ کذاب کے لشکر کی تعداد کا علم ہوا تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ان کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ مسئلہ کی نوعیت کے پیش نظر ابو بکر صدیقؓ نے لشکر میں انصار و مہاجرین کے علاوہ کثیر تعداد حاملین قرآن اور قراء حضرات کو شامل کیا۔ حکم ملتے ہی خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پہلے بطاح آئے۔ لشکر تشکیل دے کر یمامہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں مجاعہ بن مرارہ کا دستہ ملا۔ مجاعہ کو گرفتار کر لیا گیا اور دستے کے باقی تمام افراد کو قتل کر دیا گیا۔ لشکر آگے بڑھا تو عقربا کے مقام پر مسیلمہ کے لشکر سے ملاقات ہوئی۔ اگلے دن مسیلمہ اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی فوجوں کا آمنا سامنا ہوا۔ خالد کے لشکر کا میمنہ حضرت زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زیر کمان اور میسرہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت اور وسط لشکر میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ خود ایک دستے کی کمان کر رہے تھے۔ دوسری طرف مسیلمہ کذاب نے اپنے لشکر کی صف بندی کچھ یوں کی کہ میمنہ پر الحکم بن الطفیل اور میسرہ پر رحال کو مقرر کیا۔ رحال نے مسیلمہ کذاب کے لیے گواہی دی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے مسیلمہ کو اپنے ساتھ حکومت میں شریک کر لیا۔ مسیلمہ کے بیٹے شرجیل نے اپنی عورتوں کی مدافعت اور عزت و ناموس کا واسطہ دے کر اپنی فوج کے جوش کو ابھارا اور کہا کہ جرات و ہمت سے لڑ کر دشمن کو بھگاؤ۔ ملعون رحال بن عنفوہ دعوت مبارزت دیتا ہوا میدان میں نکلا۔ حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس کا سر قلم کر دیا۔ اب دونوں فوجوں میں گھمسان کا رن پڑا۔ مسیلمہ کی فوج بھی بے جگری سے لڑی۔ دونوں فریق کے کثیر افراد میدان جنگ میں کام آئے۔ مسلمانوں کے لشکر کو مسیلمہ کی فوج نے پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ ان کے حوصلے اتنے بلند ہوئے کہ وہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے خیمے تک پہنچ گئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس زور سے جوابی حملہ کیا کہ مسیلمہ کی فوج پسپا ہونے پر مجبور ہو گئی۔ یوں لشکر اسلام نے ایسا ہلہ بول دیا کہ مسیلمہ کی فوج کے

افراد میدان جنگ میں گرنے شروع ہوگئے جس سے بنی حنفیہ بدحواسی کے عالم میں بھاگ نکلے۔ محکم بن الطفیل جو لشکر مسیلمہ کے میسرہ پر تھا۔ اس نے لشکر سے کہا اے بنی حنفیہ حدیقہ میں چلے جاؤ، میں تمہاری حفاظت کروں گا۔ یہ سن کر بنی حنفیہ حدیقہ میں چلے گئے۔

مسیلمہ کذاب کا قتل

باغ میں داخل ہو کر خالد بن ولید اور لشکر اسلام نے دشمن کی فوج کے چھکے چھڑا دیئے۔ مسیلمہ کذاب کی فوج حواس باختہ ہو گئی۔ اس کی فوج کے حوصلے پست ہو گئے۔ ہزاروں کی تعداد میں مسیلمہ کے لشکر کو قتل کرنے کے بعد اسلامی فوج کے حوصلے بڑھ چکے تھے۔ مرد وخواتین مسیلمہ کو قتل کرنے کے لیے بے تاب ہو چکے تھے۔ ابن خلدون نے مسیلمہ کی فوج کا نقشہ یوں بیان کیا ہے:

> جب مسیلمہ کے لشکر کو اپنی شکست نظر آ گئی تو انہوں نے مسیلمہ سے پوچھا! وہ تیرا وعدہ کہاں ہے جو تیرا خدا تجھ سے کرتا تھا۔ مسیلمہ نے جواب دیا: ہر شخص اپنے اہل و عیال کے لیے لڑے۔ یہ موقع ان باتوں کے دریافت کرنے کا نہیں۔ [5]

مسیلمہ نے جب اپنی نجات کی کوئی صورت نہ دیکھی تو زرہ اور خود پہن کر گھوڑے پر سوار ہوا اور ایک گروہ کو ساتھ لے کر لڑتا ہوا باہر نکلا۔ باغ سے جونہی باہر آیا۔ وحشی نے ایسا تیر مارا کہ مسیلمہ اپنی جگہ سے حرکت بھی نہ کر سکا۔ حافظ ابن کثیر نے مسیلمہ کی موت کا منظر بیان کیا ہے کہ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کا غلام وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ، اس طرف بڑھا اور ایسے نیزہ مارا جو اسے لگ کر دوسری طرف نکل گیا۔ حضرت ابو دجانہ سماک بن حدث رضی اللہ عنہ نے جلدی سے جا کر اسے تلوار ماری اور وہ گر پڑا۔ [6]

طلیحہ اسدی

طلیحہ اسدی کا تعلق قبیلہ اسد سے تھا۔ اس قبیلے نے نو ہجری میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔ یہ قبیلہ مکہ اور مدینہ کے درمیان آباد تھا۔ مرتد ہونے کے بعد طلیحہ نے سمیرا میں سکونت اختیار کر لی اور وہیں دعویٰ نبوت کر کے لوگوں کو گمراہ کرنے میں مصروف ہو گیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں ہزاروں لوگ اس کے حلق ارادت میں داخل ہو گئے۔ علامہ ابی جعفر بن جریر طبری نے طلیحہ کے حمایتی قبائل کا ذکر کیا ہے۔ قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد خاص لوگوں کے علاوہ تمام قبائل اسد، غطفان اور بنی طے جھوٹے مدعی نبوت طلیحہ کے ساتھ ہو گئے۔ [7] رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد طلیحہ کی طاقت بڑھ چکی تھی۔ قبیلہ طے اور اسد طلیحہ کے ساتھ ہو گئے تھے۔ اسی طرح اشجع اور غطفان کے بعض خاندان کے لوگوں کے علاوہ تمام غطفان مرتد ہو گیا اور انہوں نے طلیحہ کی بیعت کر لی۔

طلیحہ کے خلاف حضرت ابو بکر صدیقؓ کی حکمت عملی

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے منصب خلافت سنبھالنے کے بعد فوجیں تیار کیں اور گیارہ جماعتیں مقرر کر کے ان کو گیارہ امیروں کی قیادت میں گیارہ نشانوں کے ساتھ مرتدین کے مقابلے کے لیے روانہ کیا۔ ایک نشان خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دیا اور حکم دیا کہ وہ پہلے طلیحہ بن خویلد کے مقابلے پر جائیں۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ذی القصد روانہ کرنے سے قبل ابو بکر صدیقؓ نے عدی سے کہا کہ تم فوراً اپنی قوم کے پاس جاؤ اور انہیں طلیحہ کے نرغے سے باہر نکالو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اس ہنگامے میں برباد ہو جائیں۔ عدی اپنی قوم کے پاس آئے اور زروہ اور غارب میں انہوں نے قوم کو روک لیا۔ اس کے بعد خالد روانہ ہوئے۔ ان کو حکم تھا کہ پہلے اکناف کے مقام پر قبیلہ طے سے مقابلہ شروع کریں۔ پھر بزاخہ جائیں اور وہاں سے آخر میں بطاح جائیں۔

معرکہ بزاخہ

طلیحہ اور عیینیہ بن حصن مرتدین کے گروہ کے ساتھ ٹھہرے ہوئے تھے۔ اسلامی لشکر کے ساتھ خالد بن ولید بھی بزاخہ پہنچ گئے۔ اتفاق سے طلیحہ اور اس کے بھائی جبال نے حالت غفلت میں عکاشہ و ثابت کو شہید کر ڈالا۔ مسلمانوں کو اس واقعہ سے سخت صدمہ ہوا۔ لڑائی کا منظر فریقین کے لیے خطرناک نظر آ رہا تھا۔ میدان جنگ میں طلیحہ کے سپاہی مسلسل موت کی کھائی میں گرتے جا رہے تھے۔ عیینیہ بن حصن سارے منظر کو اپنی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ اسے اپنی شکست کے واضح آثار نظر آ رہے تھے۔ ادھر طلیحہ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے ایک چادر اوڑھے ہوئے وحی کے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا۔ جس وقت مرتدین کے پاؤں میدان جنگ سے اکھڑتے نظر آئے اس وقت عیینیہ لوگوں کو لڑتا ہوا چھوڑ کر طلیحہ کے پاس دوڑ آیا اور اس سے دریافت کیا: کیا تمہارے پاس میرے بعد کوئی آیا تھا۔ یعنی تمہارے پاس کوئی وحی آئی۔ طلیحہ نے کہا: نہیں۔ عیینیہ یہ سن کر پھر میدان جنگ میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر تک لڑ کر دوبارہ طلیحہ کے پاس آیا اور دریافت کر کے پھر میدان جنگ میں لوٹ گیا۔ چند ساعت کے بعد پھر طلیحہ کے پاس بھاگ کر آیا اور دریافت کیا۔ طلیحہ نے کہا: ہاں جبرئیل آئے تھے۔ عیینیہ نے کہا: کیا کہا؟ طلیحہ نے جواب دیا: وہ مجھ سے کہہ گیا ہے کہ تیرے لیے وہی ہو گا جو تیری قسمت میں لکھا ہے۔ عیینیہ نے یہ سن کر کہا: اے بنی فزارہ! یہ شخص کذاب ہے میں تو جاتا ہوں تم بھی لڑائی سے لوٹو۔ عیینیہ کی زبان سے ان کلمات کا نکلنا تھا کہ میدان جنگ مرتدین سے خالی ہو گیا۔ بہت سے مرتدین مارے گئے کچھ ایمان لے آئے۔ ابو جعفر محمد بن جریر نے اپنی کتاب تاریخ الامم والملوک میں طلیحہ کے فرار کا واقعہ نقل کیا ہے:

> تمام بنی فزارہ اپنے امیر عیینیہ بن حصن کے حکم پر لڑائی سے کنارہ کش ہو گئے۔ ان کے جاتے ہی لڑائی کا رنگ بدل گیا۔ تمام مرتدین نے طلیحہ کے پاس آ کر پوچھا: اب کیا حکم ہے۔ اس نے اپنے اور اپنی بیوی نوار کے لیے دو گھوڑے سفر کے لیے ساز و سامان کے ساتھ تیار رکھے تھے۔ ایک گھوڑے پر خود سوار ہوا۔ دوسرے پر اپنی بیوی کو سوار کیا۔ لے کر بھاگا اور اپنے ساتھیوں سے بھی کہا: جو بھی میری طرح جان بچا کر بھاگ سکتا ہے بھاگ جائے۔ [8]

سجاح بنت الحارث

سجاح بنت الحارث بن سوید بن عقفان عرب کی ایک کاہنہ عورت تھی۔ وہ بنی تمیم کے قبیلے سے تھی۔ ماں کی طرف سے اس کی قرابت داری بنو تغلب سے تھی جو ایک عیسائی قبیلہ تھا۔ وہ خود عیسائی مذہب سے تعلق رکھتی تھی اور اپنے عزیز و اقارب سے عیسائیت کے متعلق بہت زیادہ سیکھ چکی تھی۔ اس عورت نے بھی مسیلمہ کذاب کی طرح دعویٰ نبوت کیا۔ اس کے دعویٰ نبوت کو حافظ ابن کثیر نے بیان کیا:

> ارتداد کے زمانے میں بنو تمیم مختلف الآراء تھے۔ ان میں بعض نے ارتداد کیا اور زکوٰۃ روک لی۔ بعض نے صدقات کے اموال حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس بھیج دیے اور بعض نے آپ کے معاملے میں غور و فکر کے لیے توقف کیا۔ اسی دوران میں سجاح بنت الحارث بن سوید بن عقفان تغلبیہ جزیرہ سے آ گئی۔ وہ عرب کے عیسائیوں سے تھی اور اس نے دعویٰ نبوت بھی کیا۔ [9]

سجاح نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بنی تمیم کا شیرازہ بکھرا ہوا پایا۔ مرتدین اور مذبذبین نے سجاح کے لیے سازگار ماحول پیدا کر دیا اور اس نے نبوت کا دعویٰ کر دی۔ تھوڑی ہی مدت میں اس نے تمام بنی تمیم کی حمایت حاصل کر لی۔ ہذیل نصرانیت چھوڑ کر سجاح کا مرید ہو گیا۔ نمر بن سلیل بن قیس نے شیبان میں اور زیاد بن ہدال نے اس کی اتباع کی۔

خالد بن ولید کی بطاح روانگی

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا کہ حنظلہ مالک بن نویرہ کے پاس بطاح میں جمع ہو رہے ہیں۔ لشکر اسلام لے کر ان کی سر کوبی کے لیے آگے بڑھے۔ اگرچہ ابتداء میں انصار نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی لیکن بعد ازاں وہ اس وجہ سے راضی ہو گئے کہ مبادا لشکر کو شکست نہ ہو جائے۔ پس خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بطاح پہنچتے ہی ایک سریہ روانہ کیا اور اس کو یہ ہدایت کر دی کہ لوگوں کو اسلام کی طرف بلائیں۔ جو شخص اس سے انکار کرے اس کو گرفتار کر کے لائیں تا کہ قتل کیا جائے۔

مالک بن نویرہ کا قتل

سریہ والوں نے ثعلبہ بن یربوع کے چند لوگ گرفتار کر لیے۔ ان میں مالک بن نویرہ بھی تھے۔ گرفتار ہونے والوں کے قتل کے بارے میں اختلاف ہوا کہ انہوں نے اذان دی یا کہ نہ دی۔ بعض نے کہا کہ نہ انہوں نے اذان دی تھی اور نہ ہی نماز پڑھی تھی جبکہ ابو قتادہ نے کہا انہوں نے اذان بھی دی اور نماز بھی پڑھی تھی۔ اختلاف رائے کی بنیاد پر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کوئی فیصلہ نہ کر سکے۔ مجبور ہو کر انہوں نے حضرت ضرار کی زیر نگرانی قید کروا دیا۔ ان قیدیوں کو رات ایک ندا پر قتل کر دیا گیا۔ ان قیدیوں میں مالک بن نویرہ بھی تھے۔ ابن خلدون نے ان کے قتل کے واقعے کو نقل کیا:

> رات ان کے منادی نے اوفوا اسراکم کی ندا دی۔ یہ محاورہ کنانہ میں قتال کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ پس اس ندا کے سنتے ہی ضرار نے جو کنعانی تھے۔ سب کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ شور وغل کی آواز سن کر منع کرنے کی غرض سے باہر نکلے لیکن اس سے پہلے ضرار ان کے قتل سے فراغت حاصل کر چکے تھے۔[10]

سجاح کا قبول اسلام

سجاح نے تائب ہو کر اسی وقت مذہب اسلام اختیار کیا، جبکہ اس کے خاندان نے کوفہ میں آباد ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ وہاں اس نے سکونت اختیار کر لی اور مسلمان ہونے کی حالت میں وہیں وفات پائی اور اسلامی طریق پر اس کی تجہیز و تکفین ہوئی۔ علامہ ابن جعفر محمد بن جریر طبری نے سجاح کے قبول اسلام کا واقعہ بیان کیا:

> حضرت امیر معاویہؓ نے قعقاع بن عمرو بن مالک کو کوفہ سے فلسطین کے ایلیا میں منتقل کیا۔ اس نے یہ درخواست کی کہ ان کے خاندانی مکانات میں ہی عققان کو ٹھہرایا جائے اور ان کو بنی تمیم کے ساتھ کر دیا جائے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے بنی تمیم کو جزیرے سے کوفے میں منتقل کر دیا اور اس کے آبائی مکانات میں سکونت پذیر کروا دیا۔ سجاح بھی ان لوگوں کے ساتھ کوفہ چلی گئی اور راسخ العقیدہ مسلمان ہو گئی۔[11]

مغیرہ بن سعید عجلی

مغیرہ بن سعید عجلی، والی کوفہ خالد بن عبد اللہ قسری کا غلام تھا۔ وہ حضرت امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں تلمذ کے لیے حاضر ہوا کرتا تھا۔ خالد نے اسے کبھی امام کی مجلس میں جانے سے نہ روکا۔ کیونکہ خالد آزادی پسند انسان تھا۔ مذہبی تعلیم کی بدولت لوگ مغیرہ بن سعید کا ادب و احترام کرنے لگے۔ اب مغیرہ کے لیے بڑی رکاوٹ خالد کی غلامی تھی۔ مغیرہ نے مکر و فریب اور خوشامد کے ذریعے خالد کو اپنے دام تزویر میں پھنسا لیا۔ حتیٰ کہ خالد نے ایک روز خود مغیرہ کی آزادی کا پروانہ جاری کر دیا۔ آزادی حاصل کرنے کے بعد مغیرہ نے ریاضتوں، مراقبوں اور چلوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ سحر اور جادو کے ذریعے طلسمات، منتر و کرتب اور چند ٹوٹکے سیکھ لیے تا کہ اسے

دعویٰ امامت کی بنیاد بنا سکے۔ شروع میں اس نے محمد بن عبد اللہ بن حسن بن علی کی امامت کی دعوت دینا شروع کی۔ اس کے والد کے نام کی وجہ سے اسے مہدی منتظر کی حدیث کا مصداق قرار دیا۔

مغیرہ تشبیہ کا قائل

مغیرہ کا نظریہ تھا کہ اللہ تعالیٰ پیکر انسانی کی صورت میں نور ہے۔ اس کے دل سے حکمت کے چشمے پھوٹتے ہیں اور اس کے دل اعضاء حروف تہجی کی صورت پر ہیں۔ الف اس کے قدموں کی مانند ہے اور عین اس کی آنکھوں کی مانند ہے۔ عبد القاہر البغدادی نے مغیرہ کے اس نظریے کو بیان کیا ہے:

> اس نے کہا کہ اس کا معبود ایک "نوری شخص" ہے۔ اس کے اعضاء ہیں اور قلب ہے جس سے حکمت و دانائی کے چشمے ابلتے ہیں۔ اس نے یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ کے اعضاء حروف تہجی کی صورت کے ہیں۔ مثلاً الف اس کے دونوں پاؤں کی طرح، عین (ع) اس کی آنکھوں کی مانند اور ہا (ہ) اس کی شرم گاہ جیسی (نعوذ باللہ)۔[12]

اس نے حروف ذاتی باری تعالیٰ پر اطلاق کا نظریہ دوسری صدی ہجری میں پیش کیا۔ رفتہ رفتہ یہ نظریہ ترقی کرتا رہا۔ آٹھویں صدی ہجری میں استرا باذ نے حروفیہ کے نام سے ایک فرقے کی شکل میں بنیاد رکھی۔

دعویٰ نبوت

مغیرہ کا دعویٰ تھا کہ میں مردے زندہ کر سکتا ہوں۔ اگر سینکڑوں سال پرانے امم کے مردے زندہ کرنے پڑیں تو کر سکتا ہوں۔ الغرض مغیرہ کو سحر اور طلسمات میں مہارت حاصل تھی اور وہ کرشمات دکھا کر لوگوں کو اپنا گرویدہ بنالیتا۔ علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری نے اس کی سحری مہارت کو بیان کیا ہے:

> محمد بن عبد الرحمٰن اور بصری طالب علم مغیرہ کے پاس گئے۔ مغیرہ نے محمد بن عبد الرحمٰن سے کہا اگر تم پسند کرو تو میں تمہیں بتادوں کہ تمہاری خادمہ کس لیے گئی ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ پھر اس نے کہا اگر چاہو تو میں یہ بھی بتادیتا ہوں کہ تمہارے والدین نے تمہارا نام محمد کیوں رکھا ہے میں نے کہا نہیں۔ پھر خود ہی اس نے کہا کہ تم نے اپنی خادمہ کو دو درہم کی مچھلی خریدنے کے لیے بھیجا ہے۔[13]

مغیرہ کا قتل

جب خالد بن عبد اللہ قسری کو معلوم ہوا کہ مغیرہ مدعی نبوت ہے تو اس نے نبوت کے بارے میں شہادتیں اکٹھی کرنی شروع کیں۔ جب اسے یقین ہو گیا تو اس نے مغیرہ کی گرفتاری کا حکم جاری کر دیا۔ مغیرہ کو گرفتار کرکے لایا گیا تو خالد نے اس سے پوچھا! کیا تم نبوت کے دعوے دار ہو۔ تو مغیرہ نے کہاہاں میں نبی ہوں۔ خالد نے مغیرہ کے پیروکاروں سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بھی ارتداد کا اقرار کیا۔ خالد نے مغیرہ کو سرکنڈوں کے ساتھ باندھنے اور آگ لگانے کا حکم صادر کیا۔ مغیرہ کو ارتداد کے جرم میں سرکنڈوں کے ساتھ باندھ کر آگ لگادی گئی۔ یوں مدعی نبوت آگ میں جل کر راکھ ہو گیا۔ ابن جریر طبری نے مغیرہ کے قتل اور مالک بن اعین کی معافی بارے لکھا ہے:

> ابوزید کہتے ہیں کہ خالد نے مغیرہ اور بیان کو قتل کروادینے کے بعد مالک اعین الجہنی کو بلوایا اور اس سے پوچھا تو اس نے سچائی سے اعتراف جرم کیا۔ خالد نے اسے چھوڑ دیا۔[14]

مغیرہ کے قتل کے بارے ابن حزم الاندلسی اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

ایک فرقہ مغیرہ بن سعید کی نبوت کا قائل تھا۔ جو بجیلہ کا مولیٰ تھا اور کوفے میں رہتا تھا۔ اسی کو خالد بن عبد اللہ القسری نے آگ میں جلا دیا۔[15]

عبد القاہر البغدادی نے مغیرہ پر ارتداد کا حکم لگا کر فرقہ مغیریہ کو اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایسی قوم کو اسلامی فرقوں میں کیسے شمار کیا جا سکتا ہے جنہوں نے اپنے معبود کو حروف تہجی سے تشبیہ دی اور اپنے زعیم کو نبی سمجھ بیٹھے۔ اگر یہ لوگ مسلمان مان لیے جائیں تو ان لوگوں کی بات بھی ماننی پڑے گی جو یہ کہتے ہیں کہ مسیلمہ کذاب اور طلیحہ اسدی بھی امت محمد سے تعلق رکھتے تھے۔[16]

بیان بن سمعان تمیمی

بیان بن سمعان تمیمی کوفہ کا رہنے والا تھا۔ وہ بھوسے کی تجارت کرتا تھا۔ وہ ابن کرب کے تلمیذ حمزہ بن عمارہ کا شاگرد تھا۔ مغیرہ بن سعید العجلی کا معاصر تھا۔ اس نے محمد کے بیٹے ابو ہاشم کی امامت قبول کر لی اور امام محمد باقر کا مخالف ہو گیا۔ بیانیہ فرقہ بیان بن سمعان تمیمی کا پیرو ہے۔ بیانیہ فرقہ کے لوگوں کا خیال ہے کہ امامت محمد بن حنفیہ سے ان کے فرزند ابو ہاشم عبد اللہ بن محمد کو تفویض ہوئی۔ پھر ابو ہاشم سے ایک وصیت کی بنا پر بیان بن سمعان کی طرف منتقل ہو گئی۔ بیانیہ فرقہ کے لوگوں کے نظریات اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں بیان کیے گئے ہیں:

بیان کے معتقدین نے بظاہر ایک جماعت بیانیہ تشکیل کر لی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ اماموں کی نبوت کو نور ربانی کے ایک ذرہ باطنی سے منسوب کرتے تھے۔ موت کے بعد بہت سے مذہبی بزرگوں کی بازگشت کا اعتقاد رکھتے تھے اور خدائے تعالیٰ کے 'اسم اعظم' پر بحث کرتے تھے۔[17]

لفظ بیان کی تاویل

اس نے قرآن کریم کے صفاتی نام 'بیان' کو اپنی طرف منسوب کر لیا تھا۔ بیان کا دعویٰ تھا کہ وہ خود قرآن کریم کا بیان ہے۔ ابو منصور العجلی کی طرح وہ خود کو قرآن کریم کا شارح سمجھتا تھا۔ بیان کی اس تاویل کے بارے میں ابن حزم الاندلسی لکھتے ہیں:

یہ ملعون کہا کرتا تھا کہ "هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ" یہ قرآن لوگوں کے لیے بیان ہے۔ اس آیت کا مطلب وہ خود ہی ہے یعنی اس کا نام بیان تھا۔ اس آیت میں یہ ہے کہ یہ بیان لوگوں کے لیے ہے۔ اس کے معنی وہ یہ لیتا کہ یہی بیان بن سمعان لوگوں کے لیے ہے۔[18]

عقیدہ تناسخ وحلول

بیانیہ فرقہ کے لوگ عقیدہ تناسخ وحلول کے قائل تھے۔ وہ اس عقیدے میں ہنود کی مشابہت اختیار کر گئے۔ ہنود کا خیال ہے کہ رام چندر جی اور کرشن جی خدائے برتر کے اوتار ہیں۔ اسی طرح بیان کے پیروکاروں نے اسے خدا کا اوتار بنا دیا۔ عبد القاہر البغدادی نے البیانیہ کے عقیدہ تناسخ وحلول کو بیان کیا:

ان لوگوں نے بیان کیا ہے کہ بیان نے ان سے کہا کہ روح الٰہی تناسخ کے طور پر انبیاء اور ائمہ میں منتقل ہوئی۔ ابو ہاشم عبد اللہ بن محمد بن حنفیہ کے جسم میں منتقل ہوئی۔ بعد ازاں ابو ہاشم سے اس (یعنی بیان) کے جسم میں منتقل ہوئی۔ یوں اس نے الحولیہ کے مذہب کے مطابق اپنی ذات کے لیے الوہیت (خدائی) کا دعویٰ کیا۔[19]

خدا کے فنا کا باطل نظریہ

اس کا خیال تھا کہ الہٰ ازلی ایک نوری آدمی ہے۔ وہ چہرے کے سوا بالکل سارے کا سارا فنا ہو جائے گا۔ وہ اپنے زعم باطل کے لیے قرآنی آیت سے استدلال کرتا تھا۔ اس باطل نظریہ کو ابن حزم نے بیان کیا ہے:

> ملعون بیان کہا کرتا تھا کہ اللہ کے چہرے کے سوا بقیہ سب فنا ہو جائے گا۔ اس پاگل کا گمان یہ تھا کہ اس کے کفر کی دلیل پر یہ آیت ہے: "كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ"[20] کہ ہر شخص جو زمین پر ہے فنا ہونے والا ہے اور آپ کے رب کی وجہ یعنی ذات باقی رہے گی۔[21]

بیان سیاق و سباق سے عاری شخص تھا۔ اس نے غور نہ کیا کہ اس آیت میں اس چیز کے فنا ہونے کا ذکر ہے جو کہ زمین پر ہے اور اللہ تعالیٰ کی وجہ ذات باری تعالیٰ ہے اور اسے کوئی طاقت فنا نہیں کر سکتی۔

بیان کی لاف زنی

بیان نے معتقدین میں مشہور کر رکھا تھا کہ وہ اسم اعظم کو جانتا ہے اور اسم اعظم کے ذریعے لشکروں کو شکست دے سکتا ہے اور زہرہ کو بلاتا ہے اور وہ اس کی پکار کا جواب دیتا ہے۔ عبد القاہر البغدادی نے اس کی لاف زنی کو بیان کیا ہے:

> بیان یہ کہتا تھا کہ وہ اسم اعظم کو جانتا ہے۔ اس کے ذریعے لشکروں کو شکست دے سکتا ہے اور اس سے وہ ستارہ زہرہ کو بلاتا ہے اور وہ اسے قبول کر کے اس کے پاس آتا ہے۔[22]

بیان کا حشر

امام محمد الباقر کی وفات کے بعد المغیرہ بن سعید نے ان کی جماعت کو چھوڑ دیا۔ پھر بیان اور مغیرہ دونوں بظاہر متفق ہو گئے۔ پھر ایک ارتدادی شورش کے نتیجے میں مٹھی بھر معتقدین کے ساتھ گرفتار ہوئے تو 119 ہجری کو اموی گورنر خالد بن عبد اللہ قسریٰ نے ان کو زندہ جلا دیا۔ اس کے قتل کا حال عبد القاہر البغدادی نے بیان کیا ہے:

> بیان کی بد عقیدگی کی اطلاع اس زمانہ کے عراق کے اموی گورنر خالد بن عبد اللہ قسریٰ کو ہوئی تو اس نے اس کو ڈھونڈ نکالا اور تختہ دار پر لٹکا دیا۔ اس سے کہا اگر تو لشکروں کو اس نام کے سحر سے جس کا تجھے علم ہے شکست دینے پر قادر ہے تو اپنے خلاف میرے مددگاروں کو شکست دے۔[23]

ابو منصور العجلی

ابو منصور العجلی قبیلہ بنی عبد القیس سے تھا۔ کوفہ کا صاحب جائیداد شخص تھا۔ وہ امی محض اور بدو تھا۔ اس کے نزدیک امامت حضرت علیؓ کی اولاد میں گردش کرتے ہوئے ابو جعفر بن علی بن حسین بن علی المعروف "باقر" تک پہنچی۔ اس کے بعد عجلی نے دعویٰ کیا کہ وہ امام باقر کا جانشین و خلیفہ ہے۔ ابو منصور العجلی کے دعویٰ کو ابن حزم الاندلسی نے بیان کیا ہے:

> ایک فرقہ منصور العجلی کی نبوت کا قائل ہے جس کا لقب کسف ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کلام الٰہی میں کسف سے یہی شخص مراد ہے "وَ اِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا" اگر یہ لوگ آسمان کا ایک ٹکڑا گرتا ہو دیکھیں تو۔[24]

پہلے اس نے حضرت علیؓ کو آسمان کا ٹکڑا قرار دیا۔ بعد ازاں اس نے کہا کہ وہ خود آسمان کا ٹکڑا ہے۔ اس کے ساتھ اس نے دعویٰ کیا کہ اسے آسمان پہ معراج ہوئی اور اللہ تعالیٰ سے شرف ملاقات ہوا۔ (نعوذ باللہ)

العجلی کا دعویٰ نبوت

العجلی نے امام باقر کی جانشینی و خلافت کے بعد خود اپنی نبوت و رسالت کا دعویٰ کر دیا اور اس نے کہا کہ اس کے پاس جبرئیل امین وحی لے کر آتے ہیں حالانکہ جب حضرت عمرؓ ام ایمن کو ملنے گئے تو وہ انہیں دیکھ کر رونے لگی۔ عمر نے پوچھا کیوں روئی؟ تو اس نے جواب دیا کہ جبرئیل کی آمد کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ عبد القاہر البغدادی نے العجلی کے دعویٰ نبوت کو نقل کیا ہے:

> اس نے امام محمد الباقر کے بعد ان کی جانشینی اور پھر نبوت و رسالت کا دعویٰ کیا۔ وہ کہتا تھا کہ اس کے پاس جبرئیل وحی لے کر آتے ہیں۔ اس نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو تنزیل (قرآن کریم) کے ساتھ اور اسے تاویل (قرآن کی تشریح و تاویل) کی غرض سے مبعوث کیا ہے۔[25]

العجلی کا قتل

جب العجلی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو اس کے ارتداد کی وجہ سے عراق کے گورنر یوسف بن عمر ثقفی نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ اس کے قتل کو عبد القاہر البغدادی نے نقل کیا:

> ان لوگوں کا فتنہ حسب معمول پھلتا پھولتا رہا تا آنکہ عراق کے اموی گورنر یوسف بن عمر ثقفی نے اس فرقہ المنصوریہ کے درپردہ اغراض و مقاصد کو بھانپ لیا۔ اس نے اس فتنہ کے بانی مبانی المنصور العجلی کو گرفتار کر کے تختہ دار پر لٹکا دیا۔[26]

حکیم مقنع

حکیم مقنع یک چشم شخص تھا۔ جس کا نام ہاشم تھا۔ پیشے کے لحاظ سے دھوبی تھا۔ مرو کے گاؤں کا رہنے والا تھا جس کا نام کازہ کیمن وات تھا۔ اپنے چہرے کو ریشمی برقع میں چھپا کر لوگوں سے پردہ کرتا تھا۔ حکیم مقنع کے ظہور کے بارے میں ابن خلدون نے لکھا:

> 159ھ کو مقام خراساں میں ظاہر ہو کر اُلوہیت کا دعویٰ کیا۔ ایک چہرہ سونے کا بنا کر اپنے منہ پر لگایا۔ اس وجہ سے مقنع کے نام سے موسوم ہوا۔[27]

دعویٰ اُلوہیت

وہ پہلے مرو کے رزامیہ مذہب کا پیروکار تھا۔ بعد ازاں اس نے اپنے لیے خدائی کا دعویٰ کر دیا۔ جبل ابلاق کے باشندے اور صغد قوم کے کچھ لوگ اس کے فریب میں آ گئے۔ انہوں نے اس کے دعویٰ کو قبول کر کے اس کی اتباع کرنا شروع کر دی۔ ابن حزم الاندلسی نے اس کے دعویٰ الوہیت کو بیان کیا ہے:

> انہیں میں ایک گروہ المقنع الاعور (یک چشم برقع پوش) والقصار (دھوبی) کی الوہیت کا قائل ہوا جو ابو مسلم کا انتقام لینے اُٹھا تھا۔ اس دھوبی کا نام ہاشم تھا۔[28]

المقنع کی سرکوبی و انجام

المقنع کے مقابلے کے لیے عباسی خلیفہ المہدی نے اپنے سپہ سالار معاذ بن مسلم کی قیادت میں ستر ہزار کا لشکر ترتیب دے کر روانہ کیا۔ اس کے عقب میں ایک دوسرے سالار سعید عمرو جرشی کو ایک دوسری فوج کے ہمراہ روانہ کیا۔ بعد ازاں المہدی نے سعید بن عمر والجرشی کو مقنع سے جنگ پر مامور کر کے معاذ بن مسلم کو واپس بلا لیا۔ سعید اس سے دو سال تک جنگ کرتا رہا۔ سعید نے مقنع کے قلعہ کی

خندق کو چوڑائی میں عبور کرنے کی غرض سے لوہے اور لکڑی کی دو سو سیڑھیاں بنوائیں۔ اس نے ملتان سے بھینسوں کی کھالیں منگوائیں اور انہیں ریت سے بھروا کر مقنع کی خندق کو پٹوا دیا اور اس خندق کے پیچھے سے مقنع کو فوج نے لڑائی جاری رکھی۔ دونوں لشکروں کے درمیان میدان جنگ خوب گرم ہوا۔ سعید کے لشکر نے بڑی جواں مردی اور استقامت کا مظاہرہ کرتے ہوئے فاتحانہ حملے جاری رکھے۔ المقنع کی فوج کے حوصلے پست ہو گئے تو انہوں نے سعید سے امان طلب کی اور المقنع نے خودکشی کا فیصلہ کر لیا۔ عبد القاہر البغدادی نے المقنع کی ارتدادی دہشت گردی کی سزا کو بیان کیا ہے:

> آخر عاجز آکر مقنع کے لشکروں نے امان طلب کی۔ چنانچہ تیس ہزار کو امان دی گئی اور باقی کو قتل کرا دیا گیا۔ مقنع نے خود کو اپنے قلعہ میں بنائے ہوئے تنور میں جس میں اس نے تانبا اور تارکول پگھلار کھا تھا جلا کر ختم کر لیا۔[29]

بابک

بابک آذربائیجان کے ایک گاؤں بلال آباد کا رہائشی تھی۔ اس کا باپ اہل مدائن میں سے تھا۔ پیشے کے لحاظ سے تیلی تھا۔ بابک کی ماں دایہ گری کا کام کرتی اور بابک گائیں چرانے پر نوکر ہو گیا۔ بابک کی ترقی ہوئی تو جاویدان نے اسے چند درہم ماہانہ پر ملازم رکھ لیا۔ جاویدان کی موت کے بعد اس کی بیوی سے ساز باز کر کے اس سے شادی کر لی۔ جاویدان کی بیوی نے اعلان کیا کہ جاویدان کی روح بابک میں حلول کر گئی ہے۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں اس کو یوں بیان کیا گیا ہے:

> بابک کے لیے خرمیوں کی اطاعت ایک افسانہ تراش کر حاصل کر لی۔ وہ یہ کہ اس کے خاوند نے کہا تھا کہ میری روح میرے بدن سے نکل کر بابک کے بدن میں داخل ہو گی اور اس کی روح میں شریک ہو جائے گا لہٰذا اس کی اطاعت کرنا لازمی ہے۔[30]

بابک کی گرفتاری

افشین کے دو سپہ سالاروں کو بابک کو گرفتار کرنے پر مامور کیا گیا اور ہدایت کی گئی کہ ابن سباباط کی رائے پر چلنا، ذرہ بھر مخالفت نہ کرنا۔ ابن خلدون نے بابک کی گرفتاری کا واقعہ یوں نقل کیا:

> دونوں سپہ سالاروں نے حالت غفلت میں بابک کو گرفتار کر لیا۔ افشین کے پاس لائے۔ ان لوگوں کے ہمراہ معاویہ بن سہل سباباط بھی تھا۔ افشین نے بابک کو قید کر دیا اور اس احسن خدمت کے صلے میں معاویہ بن سہل کو ایک ہزار درہم اور سہل کو ایک لاکھ درہم اور ایک پیٹی جواہر نگار فرمائی۔[31]

بابک کا قتل

ریاست میں مذہب کی آڑ میں فتنہ و فساد، قتل و غارت اور ارتدادی اقدام کے جرم کی بدولت عباسی خلیفہ معتصم نے بابک کے قتل کا حکم دیا۔ خلیفہ نے جلاد کو حکم دیا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں۔ بابک کے قتل کا واقعہ ابو جعفر بن محمد بن جریر طبری نے نقل کیا ہے:

> امیر المؤمنین نے اسے (نود کو) بابک کے ہاتھ پاؤں کاٹنے کا حکم دیا۔ اس نے حکم پر عمل کیا۔ بابک گر پڑا۔ پھر ان کے حکم سے ایک نے اسے ذبح کر کے اس کا پیٹ چاک کر دیا۔ معتصم نے اس کا سر خراسان بھیج دیا اور سامرا گھاٹی کے پاس اس کے بدن کو سولی دے دی۔ جہاں اسے سولی دی گئی وہ جگہ مشہور ہے۔[32]

حمدان بن اشعث

حمدان بن اشعث کوفہ کے نواحی دیہات میں رہتا تھا۔ جو محنت مزدوری کر کے گزر اوقات کرتا تھا، یہ شخص جاہل تھا اور زہد و فقر کی طرف مائل تھا۔ وہ عبداللہ بن میمون کے داعی حسین الاہوازی کی تلقین سے اسماعیلی فرقے میں داخل ہوا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا جانشین ہوا اور اس کا لقب قرمط تھا۔ علامہ عبدالقاہر البغدادی نے اس کے بارے میں لکھا:

> اس کے بعد دعوت باطینہ لے کر ایک شخص اٹھا جس کا نام حمدان قرمط تھا۔ اس کا قرمط (چھوٹا) لقب اس لیے پڑا کہ یا تو اس کا قد چھوٹا تھا یا چلنے میں اس کے قدم چھوٹے اٹھتے تھے۔ یہ حمدان شروع میں کوفہ کے سواد (نواح) کا کھیت مزدور تھا۔ اس شخص کی طرف قرامط منسوب ہے۔[33]

علامہ ابن جوزی قرامطہ کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہیں:

> شخص مذکور شام پہنچا اور وہاں اپنے میزبان کرمتیہ کے نام سے منسوب ہوا تاکہ سوار کوفہ والے اس نام سے وہاں پہنچ جائیں۔ رفتہ رفتہ مخفف ہو کر کرمتہ اور معرب ہو کر قرامطہ ہو گیا۔ اس کے بعد اس کی اولاد و اقارب وہاں باقی رہے۔ قول دوم یہ ہے کہ یہ نسبت ایک شخص کی طرف ہے جس کو حمدان قرامط کہتے ہیں۔[34]

حمدان کی گرفتاری اور حبس سے فرار

حمدان نے بغداد کے قریب "کلواذا" کے مقام پر سکونت اختیار کی جہاں وہ با آسانی خراسان کے تبلیغی حلقے اور الدعاۃ کے ساتھ رابطے کر سکتا تھا۔ کوفہ کے قریب اس نے اپنے لیے ایک سرکاری قیام گاہ بنوائی جو دارالہجرۃ کہلاتی تھی۔ یہ مقام اس کے پیروکاروں کا مرکز بن گیا جس کے ارد گرد آباد ہو گئے۔ جہاں سے وہ ادھر ادھر حملے کرتے۔ جب کوفہ کے عامل کو اس کی ارتدادی وفسادی کارروائیوں کا علم ہوا تو اس نے فتنہ وفساد کی روک تھام کے لیے حمدان کو گرفتار کر لیا اور اپنے پاس قصر امارت میں قفل لگا کر بند کر دیا۔ عامل کی لونڈی کو حمدان کے قتل کی خبر پر رحم آیا۔ اس نے کوٹھڑی کے قفل کو کھول کر اسے آزاد کر دیا۔ حمدان سے لوگوں نے اس کی آزادی کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ کوئی شخص میری ایذاء رسانی میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اب حمدان دوبارہ گرفتاری کے خوف سے عزلت نشین ہو گیا۔ کسی کو خبر نہ ہوئی کہ وہ کہاں ہے۔

ابو سعید حسن بن بہرام جنابی قرمطی

ابو سعید حسن بن بہرام غلوں کی خرید و فروخت کا دلال تھا اور چیزوں کی قیمتیں طے کیا کرتا تھا۔ 282ھ یا 286ھ میں بحرین میں ابو سعید کا ظہور ہوا۔ اس نے مہدی کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی لوگوں کو دعوت دی۔ بحرین کے گرد و نواح کے قرامطہ اور باشندگان عرب کا گروہ اس کے پاس آ کر جمع ہو گیا اور بحرین کے علاقے پر مستولی ہو گیا۔ ابو سعید حسن بن بہرام کے پیروکار رسول اللہ ﷺ کی بجائے اس پر درود پڑھتے۔ ان کا خیال تھا کہ ابو سعید کا کھاتے ہیں۔ ابو سعید بھی حمدان بن اشعث کی پیروی میں حلول والوہیت کا نظریہ رکھتا تھا۔ وہ محمد بن حنفیہ کی الوہیت کا قائل تھا۔ ابن حزم الاندلسی نے اس کے نظریہ الوہیت کا یوں ذکر کیا:

> جو کچھ ہم نے بیان کیا اس پر ایک فرقے نے اضافہ کیا۔ یہ فرقہ محمد بن اسماعیل بن جعفر بن محمد کی الوہیت کا قائل ہوا۔ یہ لوگ قرامطہ ہیں۔ انہی میں وہ لوگ بھی ہیں جو ابو سعید حسن بن بہرام اور اس کے بعد اس کے بیٹوں کی الوہیت کے قائل ہیں۔[35]

خلیفہ معتضد کا اقدام

خلیفہ معتضد نے ہر محاذ پر ابو سعید اور اس کے لشکر کا مقابلہ کیا تو بصرہ میں موجود اپنے نائب کو لکھا۔ ابو سعید کے شر سے شہر کو محفوظ کرنے کے لیے چہار دیواری مضبوط کر دی جائے۔ حافظ ابن کثیر نے اس کے حکم نامے کو نقل کیا ہے:

ابو سعید بصرہ کے قریب قطیف کی طرف متوجہ ہو گیا تو خلیفہ معتضد نے وہاں کے اپنے نائب کو لکھ دیا کہ اس کی پوری چہار دیواری مضبوط کر دی جائے چنانچہ تقریباً چار ہزار دینار خرچ کر کے اس کی دیواریں مضبوط کیں اور بہت سی اہم چیزوں کا اضافہ کیا۔ اس بنا پر قرامطہ وہاں داخل ہونے سے مجبور ہو گئے۔ [36]

ابو سعید کا قتل

اگرچہ مرتد ابو سعید خلیفہ معتضد کے ہاتھوں سے بچ گیا لیکن اس کے اپنے خادم عقلبی نے حمام میں حملہ کر کے اس کا کام تمام کر دیا۔ عقلبی نے ابو سعید کی قوم کے ایک رئیس کبیر کو بھی ٹھکانے لگا دیا۔ جب وہ مرا تو قرامطیوں نے اس کی قبر پر قبہ بنا دیا۔ اس پر گچ کی ایک چڑیا بنائی اور قبر کے قریب گھوڑا، جوڑا اور ہتھیار رکھے کہ وہ زندہ ہو کر پہنچے گا۔ ابو سعید کی قبر پر خرافات کو ابن جوزی نے بیان کیا ہے:

جب یہ چڑیا اڑے گی تو اسی زمانے میں ابو سعید اپنی قبر سے نکلے گا۔ ان گمراہوں نے اس کی قبر کے پاس گھوڑا باندھا کہ جب وہ اٹھے گا تو سوار ہو اور گھوڑا نہ باندھا تو پیادہ ٹھوکریں کھائے گا۔ [37]

ابو طاہر قرمطی

ابو طاہر سلیمان ابو سعید حسن بن بہرام کا بیٹا تھا۔ جب ابو سعید کے خادم عقلبی نے اسے قتل کر دیا تو حسن بن بہرام کا بڑا بیٹا سعید بن حسن باپ کا جانشین بنا۔ ابو طاہر سلیمان نے بغاوت کر کے سعید کو قتل کر دیا اور اپنے باپ کا جانشین بن گیا۔ ابو طاہر اپنے باپ کی طرح نظریہ حلول کا قائل تھا۔ وہ خدا کا اوتار ہونے کا مدعی تھا یعنی خدا کی روح اس میں حلول کر گئی ہے۔ ابو طاہر کی جبری جانشینی کو ڈاکٹر زاہد علی نے بیان کیا ہے:

جنابی کے قتل کے بعد اس کے چھ بیٹوں میں سے سب سے بڑا بیٹا ابو القاسم سعید اس کا جانشین ہوا۔ تین سال کی حکومت کے بعد اس کے چھوٹے بھائی ابو طاہر سلیمان نے بغاوت کی اور اسے قتل کر دیا۔ 304 ہجری میں ابو طاہر بحرین کے قرامطہ کا صدر رہوا۔ [38]

قرامطیوں کی سر کوبی

جب ابو طاہر نے عمان پر قبضہ کر لیا تو پھر فرات کی جانب پیش قدمی کی۔ شہروں کو تاراج کرنے لگا تو خلیفہ مقتدر نے آذربائیجان سے یوسف بن الساج کو طلب فرما کر واسط کی عنان حکومت عطاء کی اور ابو طاہر سے جنگ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ کوفہ کے باہر دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ ابو طاہر کو کامیابی ہوئی۔ یوسف کی گرفتاری کے بعد مونس مظفر اور ہارون بن غریب الخال کو اس مہم کی سر کوبی کے لیے بھیجا۔ اس مہم میں کامیابی نہ ملی تو ابو طاہر کے حوصلے بڑھ گئے۔ ہارون نئی کمک لے کر نکلا۔ ہارون بن غریب الخال کی مہم کو ابن خلدون نے بیان کیا:

ہارون بن غریب الخال دار الخلافت بغداد سے ایک عظیم فوج کے ساتھ ابو طاہر کی سر کوبی کرنے کی غرض سے نکلا۔ ابو طاہر نے یہ خبر پا کر میدانوں اور جنگلوں کا راستہ لیا۔ ہارون کی قرامطہ کے ایک گروہ سے مڈ بھیڑ ہو گئی جسے

ہارون نے تہہ تیغ کر کے دار الخلافہ بغداد کی جانب مراجعت کی۔[39]

قرامطہ کا زوال

تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ 396 ہجری میں قرامطہ ملتان تک پہنچ گئے تھے۔ جب محمود غزنوی نے اس شہر کو فتح کیا تو یہاں کا والی ایک قرامطی تھا۔ یہاں ہزاروں باطنی آباد تھے جنہیں محمود نے قتل کیا۔ محمد قاسم فرشتہ نے سلطان محمود غزنوی کی ضرب کو بیان کیا ہے:

> سلطان محمود پھر غزنی سے ملتان آیا اور جبر و قہر کے ساتھ ملتان کو فتح کر کے بہت سے قرامطیوں اور ملحدوں کو اس نے قتل کیا اور بہتوں کے ہاتھ پیر کاٹے۔ داؤد بن نصیر کو زندہ گرفتار کر کے اپنے ہمراہ غزنی لے گیا اور قلعہ میں اسے نظر بند کر دیا۔ چنانچہ داؤد نے اسی قلعہ میں وفات پائی۔[40]

حسن بن صباح

حسن بن صباح کا پورا نام حسن بن علی بن محمد بن جعفر بن حسین بن الصباح العمیری تھا۔ اس کا باپ کوفے سے قم آیا۔ جہاں حسن پیدا ہوا۔ اس کی تاریخ پیدائش کے بارے میں حتمی کوئی معلومات نہیں۔ لیکن جب اسے فاطمی دعوت کی تبلیغ میں سعی کرنے پر مائل کیا گیا تو وہ جوان تھا۔ ڈاکٹر زاہد علی نے حسن بن صباح کی اسماعیلی دعوت کو قبول کرنے کے بارے میں لکھا:

> حسن دو اسماعیلی داعیوں ابو نجم السراج اور مؤمن سے ملا۔ یہ داعی ایک بڑے راہبر شیخ احمد بن عبد الملک بن عطاش مالک حلقہ اصفہان کے حکم سے فارس میں دعوت اسماعیلیہ کی تبلیغ کرتے تھے۔ ان میں سے جب مؤمن نے دیکھا کہ حسن بن صباح بڑا ہوشیار اور زبردست شخصیت والا ہے تو اس نے پس و پیش کرتے ہوئے اس سے مستنصر کی بیعت لی۔[41]

حسن اسماعیلی فرقہ کے ساتھ ساتھ دوسرے مذاہب کے مطالعہ کا بھی شوق رکھتا تھا۔ خاص طور پر اسے باطنیہ فرقہ کے بارے میں خاندانی دلچسپی تھی۔ اس نے باطنیہ فرقہ کی تعلیم عطاش سے حاصل کی۔ ابن خلدون نے اس کی باطنیہ تعلیم کے بارے میں لکھا:

> احمد کا باپ فرقہ باطنیہ کا پیشوا تھا۔ حسن بن صباح نے اس سے تعلیم پائی تھی۔ اس وجہ سے اور اس کے ذی علم ہونے کے سبب فرقہ باطنیہ اس کی بے حد عزت کرتا تھا۔ اس فرقہ والوں نے بہت سامال و زر جمع کر کے احمد کی خدمت میں پیش کیا۔[42]

دہشت گردی اور ارتدادی کارروائیوں کا سدباب

حسن بن صباح نے قلعہ الموت کو دہشت گردی کا مرکز بنایا۔ یہاں فدائیوں کے ذریعے قتل و غارت کی جاتی۔ انہیں نشہ آور مشروب پلا کر جنت کا نظارہ دیا جاتا۔ پھر دوبارہ اس نظارے کے لیے کسی آدمی کے قتل کا مطالبہ کیا جاتا۔ یوں اس قلعے سے انسانوں کے قتل کے فیصلے کیے جاتے اور حسن بن صباح کے حواری اس کے ایک اشارے پر اپنی جان قربان کرنے کے لیے تیار رہتے۔ 1092 عیسوی میں شاہ ذر فتح ہو گیا اور ابن عطاش کو قتل کر دیا گیا تو ان کے دوسرے ٹھکانے بھی ایک ایک کر کے سرنگوں ہو گئے اور بالآخر موت کی باری بھی آ گئی لیکن اس قلعے کے محاصرے کے دوران سلطان محمد فوت ہو گیا۔[43] اس کی فوج منتشر ہو گئی۔ حسن حشیشین کا داعی اعظم تسلیم کر لیا گیا تھا۔ وہ بچ گیا۔ اس کے سات سال بعد حسن فوت ہو گیا۔

مرزا علی محمد باب شیرازی

علی محمد شیرازی 9 اکتوبر 1820ء یا 20 اکتوبر 1819ء کو شیراز میں پیدا ہوا۔ علی محمد کا تعلق ایران کے صوبہ فارس کے دار الحکومت شیراز سے تھا جو کہ اصفہان کے جنوب میں واقع ہے۔ یہ علاقہ حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں فتح ہوا۔ شیراز میں کثیر اولیاء ہوئے۔ اس لیے اسے برج اولیاء کا نام دیا گیا ہے۔ اس کے والد کا نام محمد رضا اور والدہ کا نام فاطمہ بیگم تھا۔ اس کا آبائی پیشہ بزازی تھا۔ اس کے والد فوت ہو گئے جب یہ ابھی دو سال کا تھا۔

دعویٰ باب

کاظم رشتی کا خیال تھا کہ امام غائب کے ظہور کا وقت قریب آگیا۔ اس وقت سے قبل اپنے مریدوں کو ایران میں پھیلا دیا کہ وہ مہدی منتظر کو تلاش کریں۔ اس وقت علی محمد کے لیے فضا خوشگوار تھی کہ لوگ مہدی منتظر کو تلاش کرنے میں سرگرداں تھے۔ اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے باب ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں اس کے دعویٰ باب کا واقعہ تحریر ہے:

> کاظم رشتی کے کچھ مریدوں کو لے کر علی محمد بغرض ریاضت و مراقبہ کوفے کی ایک مسجد میں چلا گیا۔ 23 مئی 1844ء کو اس نے باب ہونے کا دعویٰ کیا۔[44]

علی محمد کی باب کے مذہب سے مراد یہ تھی کہ وہ ایک بزرگ ترین شخصیت امام مہدی کی فیوض وبرکات کا ایک واسطہ ہے جو کہ ہنوز پردہ غیب میں ہے۔ علی محمد نے اس دعویٰ باب پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ اس نے امام مہدی ہونے کا دعویٰ بھی کر دیا۔

باب کا قتل

شیخ طبرسی کے مزار پر ہنگامہ اور ملا محمد علی زنجانی کی شورش اور پورے ملک میں افراتفری نے عدم استحکام پیدا کر دیا۔ امن و امان کو قائم کرنے اور فتنہ کو کچلنے کے لیے حکومت نے فیصلہ کن اقدام اٹھانے کا عزم کر لیا۔ چنانچہ امیر نظام مرزا تقی خاں کی تحریک سے باب کو قلعہ چہریق سے تبریز لا کر ایک جرگے کے سامنے پیش کر دیا۔ اس جرگے میں بادشاہ اور ولی عہد ناصر الدین بھی موجود تھے۔ باب جرگے کے سامنے اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے میں ناکام رہا۔ جرگے نے اسے دوبارہ قلعہ چہریق میں قید کروا دیا۔ بابی شورشیں زور پکڑ رہی تھیں۔ آخر باب کو دوبارہ تبریز لایا گیا۔ باب کو اس کے دو مریدوں ملا علی یزدی اور آغا سید حسین سمیت گولی سے اڑانے کا فیصلہ ہوا۔ جب ان تینوں مجرموں کا جلوس تبریز کے بازاروں سے گزر رہا تھا تو لوگ مار پیٹ اور گالیاں دے کر اپنی نفرت کا اظہار کر رہے تھے۔ لوگوں کی لعنت وملامت کو دیکھ کر آغا سید حسین نے بابی عقیدے سے توبہ کر لی۔ چنانچہ اسے رہا کر دیا گیا۔ ملا محمد علی یزدی کو تبریز کی چھاؤنی کے ایک چوراہے میں جولائی 1850ء کو دوپہر کے وقت گولی مار کر قتل کر دیا گیا۔

بہاء اللہ

بہاء اللہ کا اصل نام مرزا حسین علی نوری ہے۔ بہاء اللہ کی پیدائش 12 نومبر 1817ء کو تہران میں ہوئی اور وفات 2 مئی 1892ء کو عکہ یعنی فلسطین میں ہوئی۔ اس کے باپ کا نام مرزا عباس المعروف مرزا بزرگ ہے۔ بہاء اللہ کا آبائی علاقہ تہران ایران کا قصبہ نور ہے۔ مرزا حسین علی نوری باب کا پیروکار تھا اور باب کے انتہائی قریبی ساتھیوں میں شامل تھا۔ باب نے اسے شاہ رود کانفرنس کے موقعہ پر بہاء اللہ کا لقب دیا تھا۔ جب باب نے دعویٰ الہام وماموریت کیا تو بہاء اللہ ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے ابتداء ہی سے اس کے دعویٰ کو قبول کر لیا۔

دعویٰ موعود اور نجات دہندہ

بغداد سے قسطنطنیہ جاتے ہوئے راستے میں شط العرب کو عبور کر کے بغداد کے قریب ہی نجیب بان کے باغ میں پہلا پڑاؤ کیا اور بارہ دن کے لیے وہاں سکونت اختیار کی۔ انہی ایام میں بہاء اللہ نے من یظھرہ اللہ ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ سید ارتضیٰ علی کرمانی نے بہاء اللہ کے دعویٰ کو ان الفاظ میں بیان کیا:

> دھیرے دھیرے بہاء اللہ بھی خود کو مامور من اللہ ہی خیال کرنے لگا۔ جب اس نے خود کو اچھی طرح یقین دلایا تو ایک روز اس نے کچھ لوگوں کو اپنے ہاں مدعو کر کے یہ اعلان کر دیا کہ وہ تمام اقوام کا موعود اور نجات دہندہ ہے۔[45]

صبح ازل اور بہاء اللہ کی علاقہ بدری

جب حکومت نے دیکھا کہ صبح ازل اور بہاء اللہ آپس میں برسرِپیکار ہیں۔ ایک گروہ دوسرے گروہ کے لوگوں کو قتل کر رہا ہے۔ معاشرتی امن تباہ ہو چکا ہے اور لوگ اس شورش سے تنگ آ چکے ہیں تو حکومت نے دونوں سے چھٹکارہ حاصل کرنے کا فیصلہ کر لیا کہ دونوں گروہوں کو ایک دوسرے سے اتنا دور کر دیا جائے کہ دوبارہ وبا نہ پھوٹ سکے۔ لہٰذا حکومت نے صبح ازل کو قبرص اور بہاء اللہ کو عکہ یعنی فلسطین منتقل کرنے کا فیصلہ کر دیا۔ چنانچہ صبح ازل کے لیے حکم ہوا کہ وہ اپنے اہل و عیال سمیت جزیرہ قبرص کے شہر ماغوسا میں جو اس وقت دولت عثمانیہ کے زیر حکومت تھا جا کر اقامت گزیں ہو اور بہاء اللہ کے لیے یہ فرمان جاری ہوا کہ اہل و عیال سمیت عکہ بھیج دیا جائے۔ بہاء اللہ اپنے بہتر ساتھیوں سمیت 31 اگست 1868ء کو عکہ پہنچ گیا جہاں قلعہ عکہ میں انہیں قید کر دیا گیا۔ پھر ان کے قیام کے لیے متعدد جگہیں بدلی گئیں اور 1877ء تک قید و بند کے شدائد قائم رہے۔ آخر 1881ء کو بہجی میں ٹھکانہ ملا۔ 10 مئی 1892ء کو بہاء اللہ بیمار ہوا اور 28 مئی 1892ء کو 75 سال کی عمر میں فوت ہوا۔

جھوٹے مدعیانِ نبوت کے یہ تمام واقعات اور ان کے ردِ عمل میں امت کا طرزِ عمل یہ واضح کرتا ہے کہ جھوٹے مدعیانِ نبوت کے خلاف امت کے بروقت اور اصولی اقدامات نہ صرف دینی عقائد کی حفاظت کا ذریعہ بنے بلکہ مسلم سماج میں اتحاد، استحکام اور اعتماد کو بھی تقویت دی۔

حاصلِ بحث

یہ تحقیق اسلامی تاریخ میں جھوٹے مدعیانِ نبوت کے بارے میں امت مسلمہ کے رویے اور اقدامات کا جائزہ پیش کرتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں جھوٹے مدعیانِ نبوت کے فتنے کی پیش گوئی فرمائی اور ان کے خاتمے کا عملی طریقہ بھی امت کو سکھایا۔ تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ امت مسلمہ نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کو ہر دور میں اوّلین ترجیح دی ہے۔ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ مدعیانِ نبوت کا فتنہ اسلامی معاشرت اور نظام خلافت کے لیے ہمیشہ ایک خطرہ رہا، جسے امت نے محض سیاسی بغاوت نہیں بلکہ دین کے بنیادی عقیدے پر حملہ تصور کیا۔ اس کے سدباب کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص خلفائے راشدین، بنو امیہ اور بنو عباس تک حکمرانوں نے متفقہ طور پر یہی اصول اپنایا کہ جھوٹے مدعیانِ نبوت کو ریاستی سطح پر روکنا ضروری ہے تاکہ معاشرتی استحکام، دینی تشخص اور وحدتِ امت برقرار رہے۔ تحقیق یہ بھی ثابت کرتی ہے کہ جھوٹے دعویداروں کے خلاف کارروائیاں محض شخصی یا گروہی مفاد کا تقاضا نہیں بلکہ ان کا مقصد اسلامی قانون، اجتماعی ایمان، اور نبوی وراثت کا تحفظ تھا۔ ان اقدامات نے امت مسلمہ کو یہ عملی مثال فراہم کی کہ ختم نبوت کا تحفظ صرف عقیدے کی سطح تک محدود نہیں بلکہ اس کے تقاضے ریاستی، فقہی اور اجتماعی زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہیں۔

حوالہ جات وحواشی

1 الطبری، محمد بن جریر، **تاریخ طبری: مترجم**، (کراچی: نفیس اکیڈمی، 2003ء)، 2/430۔

2 ابن خلدون، عبد الرحمٰن، **تاریخ ابن خلدون**، (کراچی: نفیس اکیڈمی، 2011ء)، 1/156۔

3 الطبری، **تاریخ طبری**، 2/471۔

4 ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن کثیر، **البدایة وا لنهایة**، (کراچی: نفیس اکیڈمی، طبع اول، 1989ء)، 5/80۔

5 ابن خلدون، **تاریخ ابن خلدون**، 2/197۔

6 ابن کثیر، **البدایةوا لنهایة**، 5/8۔

7 ایضاً، 2/474۔

8 ایضاً۔

9 ایضاً، 5/8۔

10 ابن خلدون، **تاریخ ابن خلدون**، 1/195۔

11 الطبری، **تاریخ طبری**، 2/500۔

12 ابو منصور عبد القاہر بن طاہر، امام، **الفرق بين الفرق**، (قاہرۃ: مکتبۃ ابن سینا، 2014ء)، ص339۔

13 الطبری، **تاریخ طبری**، ، 2/204۔

14 ایضاً، 2/205۔

15 ابن حزم، ابو محمد علی بن احمد اندلسی، **الملل والنحل**، (بیروت: دار ابن حزم، 1999ء)، ص840۔

16 عبد القاہر، **الفرق بين الفرق**، ص342۔

17 جماعۃ، **اردو دائرہ معارف اسلامیہ**، (لاہور: جامعہ پنجاب، 2019ء)، 5/179۔

18 ابن حزم، **الملل والنحل**، ص841۔

19 عبد القاہر، **الفرق بين الفرق**، ص335۔

20 سورۃ الرحمٰن 55:21۔

21 ابن حزم، **الملل والنحل**، ص841۔

22 عبد القاہر، **الفرق بين الفرق**، ص336۔

23 ایضاً۔

24 ابن حزم، **الملل والنحل**، ص841۔

25 عبد القاہر، **الفرق بين الفرق**، ص346۔

26 ایضاً، ص345۔

27 ابن خلدون، **تاریخ ابن خلدون**، 3/84۔

28 ابن حزم، **الملل والنحل**، 3/844۔

29 عبد القاہر، **الفرق بين الفرق**، ص360۔

30 جماعۃ، **اردو دائرہ معارف اسلامیہ**، 5/821۔

31 ابن خلدون، **تاریخ ابن خلدون**، 3/177۔

32 الطبری، **تاریخ طبری**،6/395۔

33 عبد القاہر، **الفرق بین الفرق**، ص390۔

34 الجوزی، امام عبد الرحمٰن، **تلبیس ابلیس: مترجم**، (لاہور: مکتبہ اسلامیہ، 2006ء)، ص177۔

35 ابن حزم، **الملل والنحل**،3/843۔

36 عماد الدین، ابن کثیر، **البدایۃوا لنہایۃ**،11/163۔

37 الجوزی، **تلبیس ابلیس**، ص179۔

38 زاہد علی، ڈاکٹر، **تاریخ فاطمین مصر**، (لاہور: اسد نیئر پرنٹرز، 2010ء)، ص420۔

39 ابن خلدون، **تاریخ ابن خلدون**،5/177۔

40 فرشتہ، محمد قاسم، **تاریخ فرشتہ**، (لاہور: مشتاق بک کارنر، 2012ء)، 1/82۔

41 زاہد علی، **تاریخ فاطمین مصر**، ص429۔

42 ابن خلدون، **تاریخ ابن خلدون**،3/186۔

43 جماعۃ، **اردو دائرہ معارف اسلامیہ**،8/247۔

44 ایضاً،3/784۔

45 سید ارتضیٰ علی، **جھوٹے نبیوں کا انجام**، (لاہور: علم و عرفان پبلشرز، 2011ء)، ص382۔